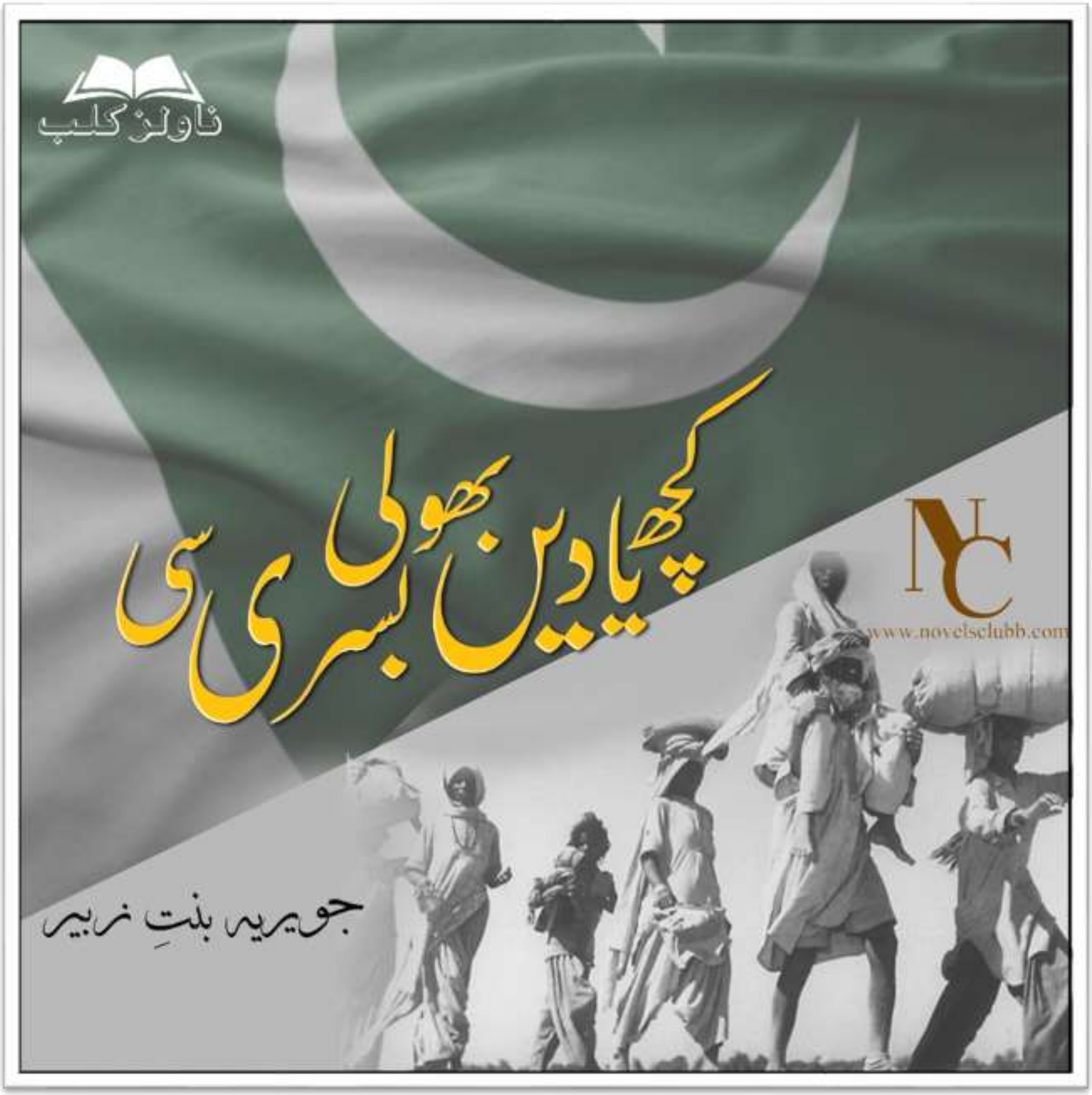
ناولز کلب
کچھ یادیں بھولی بسری سی
www.novelsclubb.com
جویریہ بنتِ زبیر

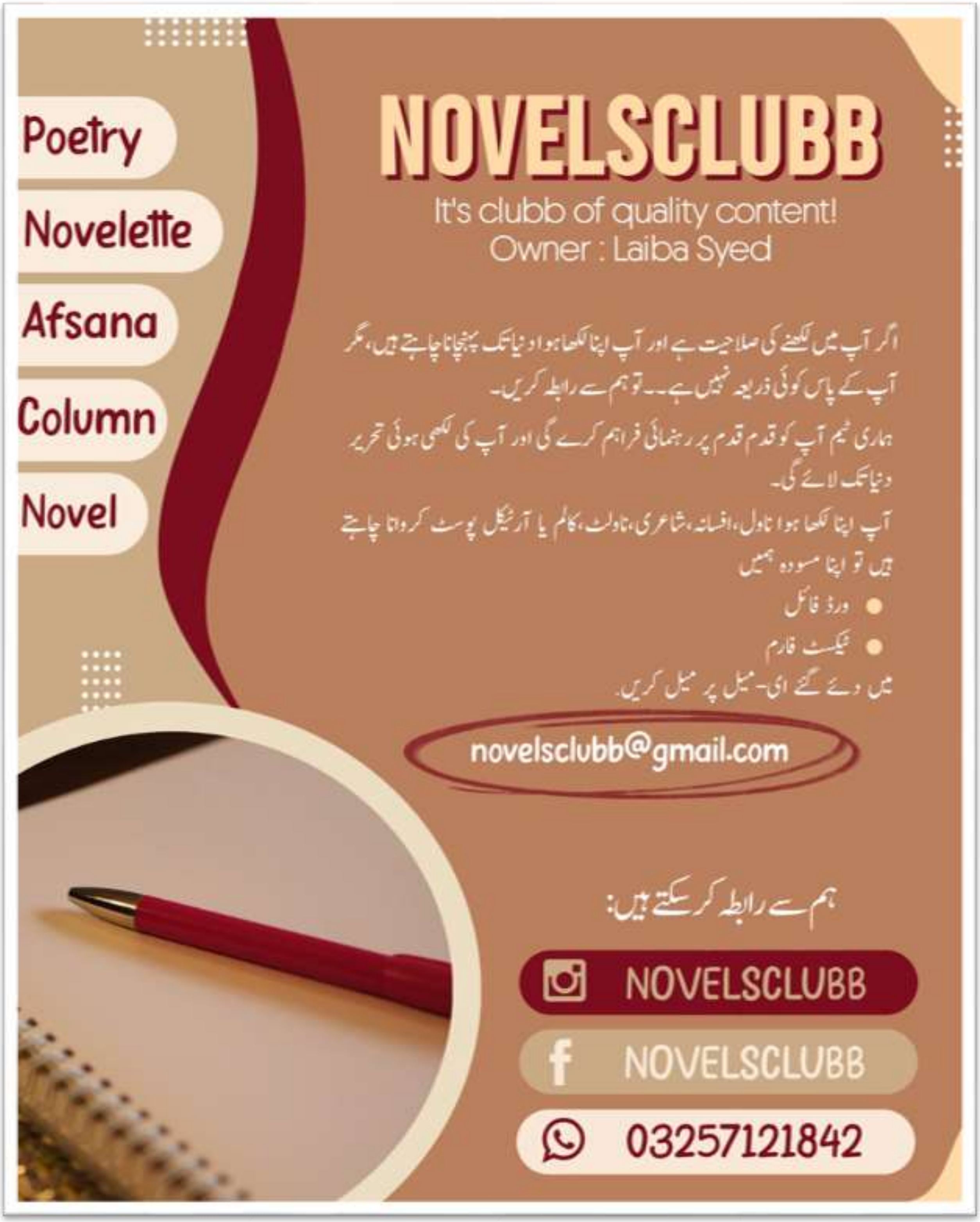
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

کچھ یادیں بھولی بسری سی

از قلم

جویریہ بنتِ زبیر

www.novelsclubb.com

آئمہ سفید سوٹ زیبِ تن کیے ہرا دوپٹہ گلے میں ڈالے اپنی تصویریں بنا رہی تھی۔ مختلف پوز بنا بنا کر خود کو کیمرے کی آنکھ میں مقید کر رہی تھی۔اس کے چھوٹے بھائی محراب نے باجا بجا کر سارا گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔

زبیدہ بیگم جو ذکر اذکار کرنے بعد چند گھڑی بستر پر آرام کرنے کی غرض سے لیٹی تھیں۔

ابھی آنکھ لگے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ محراب کے باجے کی آواز سے ان کی نیند میں خلل آگیا اور ان کی آنکھ کھل گئی۔

محراب کتنی بار بول چکی ہوں شور مت مچاؤ اپنا یہ باجا بند کر لو مگر مجال ہے جو تم کسی کی "

"بات کا اثر لیتے ہو

دادی کو کمرے سے باہر آتا دیکھ کر آئمہ نے محراب کو ڈانٹا۔

اس کی ڈانٹ پر محراب منہ بناتا ہوا اندر چلا گیا۔

"سوری دادو آپ کی نیند خراب کی"

آئمہ ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"نہیں کوئی بات نہیں بیٹا"

اس کی دادی مسکرائیں۔

چودہ اگست کا دن تھا۔سارا گھر سبز ہلالی جھنڈیوں سے سجا تھااور ہر گھر کی چھت پہ سبز ہلالی پرچم اپنی شان سے لہرا رہا تھا۔

یہ ساری سجاوٹ دیکھ کر زبیدہ بیگم کی آنکھوں میں نمی آئی وہ چاہ کر بھی آنسو نہ روک سکی اور ایک قطرہ ان کی گال پر گر گیا۔

اپنی دادی کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر آئمہ پریشان ہوئی۔

"دادو کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں بیٹا بس کل آنکھوں میں آئی ڈراپ ڈالنا بھول گئی تھی "

اس کی دادی بمشکل مسکرائیں۔

ان کی بات پر آئمہ پر سکون ہوئی۔

"اچھا چلیں میں ڈال دیتی ہوں ڈراپس"

اور دونوں کمرے کے طرف چلی گئیں۔

"دادو یہ کیا ہے؟"

اپنی دادی کے میز پر پڑی نیلی ڈائری اٹھاتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں ہے

اس سے پہلے وہ ڈائری کھول پاتی اس کی دادی نے اس کے ہاتھ سے پکڑ لی۔

"اس میں تمہارے کام کی کوئی چیز نہیں"

اس کی دادی نے ڈائری دراز میں رکھ کر تالا لگاتے ہوئے کہا۔

آئمہ کو یہ جاننے میں بڑا تجسس تھا کہ دادی کی اس ڈائری میں کیا ہے؟

مگر پوچھنے کی ہمت نہ کر پائی۔

www.novelsclubb.com

دادی کی آنکھوں میں آئی ڈراپ ڈال کر وہ کمرے سے باہر آئی۔

آج اس کے بابا کو چھٹی تھی تو انہوں نے آؤٹنگ کا پلین بنایا۔

"بابا پارک چلتے ہیں مجھے رائیڈرز لینے کا بہت دل کر رہا ہے"

محراب نے ضد کی

"نہیں مجھے دامنِ کوہ جانا ہے"

آئمہ نے اپنی فرمائش اپنے بابا کے سامنے رکھی۔

"اوکے دامنِ کوہ جانا ہے ہر بار تمہاری ضد چلتی ہے اس بات آپی کی مرضی چلے گی"

اس کے بابا نے حتمی فیصلہ سنایا اور سب تیاری میں مصروف ہو گئے۔

آئمہ دادی کے کمرے میں آئی۔

"دادی ہم آؤٹنگ کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ ساتھ چلیں گی؟"

آئمہ ان کا جواب جانتی تھی پھر بھی ہر کام سے پہلے ان سے ضرور پوچھتی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں بیٹا تم لوگ جاؤ"

اس کی دادی اس کا گال تھپکتے ہوئے بولیں۔

گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔اجمل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے تھے اور ان کی بیگم ساتھ والی سیٹ پر براجمان تھیں۔

پچھلی سیٹوں پر محراب اور آئمہ بیٹھے تھے۔

محراب فون پر گیم کھیلنے میں مصروف تھا اور آئمہ کسی سوچ میں ڈوبی تھی۔

"بابا دادی ہمیشہ اتنی سنجیدہ تھیں یا اب ہو گئی ہیں؟ "

آئمہ نے سوال کیا۔

بیٹا وہ شروع سے ہی ایسی ہیں خاموش طبع اور سادگی پسند۔میں نے کبھی انہیں کوئی فالتو" بات کرتے نہیں سنا وہ ہمیشہ ذکر میں مصروف رہتی ہیں۔آپ کے دادا بتاتے تھے وہ شادی کے "پہلے دن سے سنجیدہ، قناعت پسند اور صبر شکر والی عورت تھیں

www.novelsclubb.com

اس کے بابا خاموش ہوئے۔

"آپ کو ان کی نیلی والی ڈائری کا پتا ہے۔اس میں کیا ہے؟"

آئمہ نے دوسرا سوال کیا۔

نہیں مجھے نہیں پتا اس میں کیا پے مگر اتنا ضرور جانتا ہوں وہ تمہاری دادی کو بہت عزیز"
ہے۔ایک مرتبہ جب میں چھوٹا تھا تو وہ ڈائری کھو گئی۔امی کافی دن اداس رہیں۔پھر جب میں
"نے اسے ڈھونڈ لیا تو امی بہت خوش ہوئیں اور مجھے انعام بھی دیا

ہمممم! پتا نہیں کیا ہے اس میں؟ آئمہ نے سوچا۔

رات کا کھانا وہ باہر سے کھا کر آئے۔آئمہ گھر داخل ہوتے ہی دادی کے کمرے کی طرف
چلی گئی۔

زبیدہ بیگم سو رہی تھیں۔

میز پر ان کی نیلی ڈائری پڑی تھی۔

آئمہ نے ڈائری اٹھالی۔

"کیا مجھے یہ پڑھنی چاہیے؟"

آئمہ نے خود سے سوال کیا۔

میں دادی کو بعد میں بتادوں گی۔یقیناً وہ غصہ نہیں ہوں گی۔اس نے خود کو تسلی دی۔

اس نے ڈائری کھولی اور صفحے کافی خستہ حال تھے۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے صدیوں پرانی کتاب اٹھالی ہو۔

اس نے پہلا پیج پلٹا۔جگہ جگہ آنسو کے دھبے تھے معلوم ہوتا تھا لکھنے والا لکھنے کے دوران آنسو بہاتا رہا ہے۔

آئمہ نے صفحے کے کونے پر لکھی تاریخ پڑھی۔

14-8-1980

کافی پرانی ہے آئمہ نے کہا۔

www.novelsclubb.com

اس نے پڑھنا شروع کیا۔

زیبو! زیبو! کتنی بار کہا ہے اب باہر مت جایا کرو۔ نہیں اچھا لگتا یوں لڑکیوں کا باہر نکلنا۔

بڑی ہو گئی ہو اب تم۔ اس کی امی نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

یہ چنی کدھر ہے تمہاری؟ کتنی بار کہا ہے سر پر رکھا کرو۔ اپنی بجیا کو دیکھو کبھی دیکھا ہے"

"چنی کے بغیر انہیں اور تمہاری ہے کہ سر پر ٹکتی نہیں

وہ نظریں جھکائے کھڑی اپنی اماں کی ڈانٹ سن رہی تھی۔

"ارے بھابھی کیا ہو گیا؟ کاہے کو بچی پر اتنا غصہ کر رہی ہو؟"

"ادھر آ میری بچی چاچی کے پاس آ جا"

رتن دیوی نے زیبو کو پیار کیا۔

جا دیکھ آنندنی گڑیا لائی ہے اپنے بھیا کے ساتھ جا کے جاؤ کھیلو۔ ل "اس زیبو بھاگتی ہوئی

آنندنی کے پاس پہنچ گئی۔

www.novelsclubb.com

"اری زیبو! یہ دوپٹہ تو لیتی جا اری سن تو "

اس کی اماں پیچھے سے آواز دیتی رہ گئی۔

"ارے بھابھی کیا ہو گیا؟ ابھی تو بچی ہے اس کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں اور آپ ابھی سے

اس پر پابندیاں لگا رہی ہیں"

رتن دیوی بولی۔

ہاں بس تمہاری انہیں باتوں نے اسے بگاڑ رکھا ہے۔

زیبو کی امی نے کہا۔

تھوڑی دیر میں زیبو اور آنندنی کی کلکاریاں پورے صحن میں گونج رہی تھیں۔

"اماں ابا سے کہیں نئے کپڑے لا دیں۔ آنندنی بھی اپنے بھائی کے ساتھ جا کر نئے کپڑے

لائی ہے۔"

وہ اپنی امی کے ساتھ لگتی ہوئی لاڈ سے بولی۔

"ابھی عید آنے والی ہے نہ پھر دلائیں گے تمہارے ابا نئے کپڑے

اس کی اماں نے کہا۔

"اماں پھر میں چوڑیاں اور مہندی بھی لوں گی"

وہ جوش سے بولی۔

"لے لینا میری بیٹی سب کچھ لے لینا"

اس کی امی نے پیار سے کہا۔

"امی خالی کب آئیں گی؟"

اس نے سوال کیا۔

"اری زیبو جانتی تو ہو خالہ عید پر آتی ہے ہمیشہ پھر پوچھ رہی ہو"

اس کی اماں تھوڑے غصے سے بولیں

"اماں مجھے ان کی یاد آ رہی ہے۔ فہیم بھیا کی اور یاسمین آپا کی"

www.novelsclubb.com

وہ دھیرے سے بولی

چلو بس بہت ہو گئی باتیں ابھی کتابیں لے کر بجیا کے پاس جاؤ"۔اس کی اماں نے کہا۔"

اس پر وہ کتابیں لے کر کمرے کی جانب بھاگ گئی۔

____

"دن بہ دن تحریکِ پاکستان زور پکڑتی جا رہی تھی۔الگ ملک "پاکستان

کا نعرہ اب ہر ہندو مسلمان کی زبان پر تھا۔

زیبو کونے میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"ارے زیبو! کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

جمیلہ نے اسے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

"بجیا کیا ہم اچھوت ہیں؟ ہم گندے ہیں، دھوکے باز ہیں؟"

اس نے روتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں میری گڑیا ایسا کچھ نہیں۔ایسا کس نے بول دیا تمہیں؟"

جمیلہ نے اس کے آنسو صاف کیا۔

آنندنی کہتی ہے کہ ہم لوگ دھوکے باز ہیں اور اب وہ مجھے اپنی چیزیں بھی نہیں "

دکھاتی۔اور آج جب میں گئی تو چاچی نے بول دیا کہ

آئیندہ ہمارے گھر گھسنے کی ضرورت نہیں،، ٫٫

"اور راج بھائی نے بھی مجھے ڈانٹا

اس نے سب کچھ اپنی بہن کو بتایا۔

کیا اب ہم یہاں سے چلے جائیں گے ''؟''

اس نے اگلا سوال کیا۔

ہاں اب ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہم اپنے پاکستان میں جائیں گے۔ جہاں صرف ہم" ہوں گے۔ ہم آزاد ہوں گے اور کوئی ہم پر کسی قسم کا ظلم نہیں کر سکے گا۔ پھر ہم وہاں بہت خوش "رہیں گے

جمیلہ نے اسے پیار سے سمجھایا۔

مگر بجیا میری تو ساری سہیلیاں لکشمی، گیتا اور آنندنی تو یہاں ہیں مجھے وہاں سب کی بہت" "یاد آئے گی

وہ معصومیت سے بولی۔

کوئی بات نہیں ادھر پاکستان میں سب بہت اچھے لوگ ہوں گے وہاں تم نئی سہیلیاں " "بنا لینا

جمیلہ بولی۔

"کیا واقعی وہاں بہت اچھے لوگ ہوں گے؟"

اس نے سوال کیا۔

"بہت"

مختصر جواب آیا۔

اس پر اس ننھی جان نے اپنی آنکھوں میں سپنے نئے ملک کے لئے کئی خواب سجا لیے۔

وقت جیسے گزر رہا تھا حالات خراب سے خراب ہوتے جا رہے تھے۔

14.8.1947

پورے ہندوستان قائد کے الفاظ گونج رہے تھے کہ پاکستان آزاد ہو چکا ہے۔ ہجرتیں شروع ہو چکی تھی۔ اور حالات بدترین ہو گئے تھے۔

قافلوں پر حملے ہو رہے تھے مسلمانوں کو کاٹا جا رہا تھا مارا جا رہا اور قصور صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی مقدس زمین پر جانا چاہ رہے تھے۔ لوگوں کے گھروں میں گھس کر قتل کیا جا رہا تھا۔

ولی محمد گھر داخل ہوا۔زیبو دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئی۔ مگر اس کے خالی ہاتھ دیکھ کر

مایوس ہو گئی اور بولی

"ابا آج تو اٹھائیس روزے پورے ہو گئے مگر آپ نہ عید کا جوڑا لائے اور نہ مہندی"

بیٹی سب آجائے گا تھوڑا انتظار کرو ولی محمد نے زیبو کو پیار سے کہا۔اور اسے کمرے میں "

بھیج دیا۔

"حالات بہت خراب ہو چکے ہیں اب ہم یہاں محفوظ نہیں"

ولی محمد نے آہستگی سے اپنی بیوی عابدہ کو بتایا۔

زور سے دروازے پر دستک ہوئی۔

اللہ خیر کرے۔

"عابدہ ذرا بچیوں جے پاس جاؤ میں دیکھتا ہوں"

ولی محمد نے کہا۔

ولی محمد نے دراوازہ کھولا۔دروازہ کھلتے ہی ایک صنف نازک اس کے قدموں میں گری۔

وہ ان کی ہمسائی فاطمہ تھی۔

ولی محمد نے عابدہ کو آواز دی۔

"ارے میری بہن فاطمہ "

عابدہ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر تھپتپایا۔

عابدہ اور جمیلہ مل کر اسے کمرے میں لے گئی۔

عابدہ نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔

www.novelsclubb.com

آپا انہوں نے مار دیا۔میرے بیٹوں کی ٹکرے میری آنکھوں کے سامنے کیے۔میرے "

"سر کے تاج کو لے گئے۔آپا انہوں نے سب کو مار دیا اور میں کچھ نہ کر سکی

جمیلہ اور عابدہ اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ بے قابو ہوتی جارہی تھی۔سر پیٹ رہی تھی اور کچھ دیر میں وہ پر سکون ہو گئی ہمیشہ کے لئے۔

ولی محمد کچھ ہمسائے کے مردوں کے ساتھ فاطمہ کا جنازہ پڑھا کر اسے دفنا آیا۔

"اماں فاطمہ خالہ اتنی زخمی تو نہیں تھیں پھر بھی ان کی موت... "

جمیلہ نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

کچھ اندرونی زخم باہر کے زخموں سے بہت گہرے ہوتے ہیں وہ انسان کو جیتے جی مار دیتے ہیں۔اس بیچاری کی زندگی کا تمام سرمایہ تو لٹ گیا اب زندہ رہتی بھی تو کس لیے"

عابدہ نے سرد آہ بھری۔

جمیلہ کو زیبو کا خیال آیا جو اس تمام منظر میں غائب رہی تھی اس کا خیال آتے ہی وہ کمرے میں گئی۔

زیبو کمرے کے کونے میں سہمی بیٹھی تھی۔

جمیلہ کو آتا دیکھ کر زیبو اس کے پاس آ گئی۔

"بجیا فاطمہ خالہ کو کیا ہوا تھا؟"

"علی چچا اور شہزاد بھیا کدھر ہیں وہ خالہ کے پاس کیوں نہیں ائے؟

جمیلہ خاموش آنکھوں میں آنسو لیے بیٹھی تھی۔

"بجیا بتاؤ نہ چپ کیوں ہو؟"

زیبو پھر سے بولی۔

"چپ کر جا زیبو چپ کر جا کیوں ہر وقت تنگ کرتی رہتی ہے"

جمیلہ نے اسے جھڑک دیا کیونکہ اس کے پاس جواب دینے کو الفاظ نہیں تھے۔

زیبو سہم کر پلنگ پہ جا کر لیٹ گئی۔

کچھ دیر میں جمیلہ اس کے پاس آئی اور اس کے بالوں میں پیار سے انگلیاں پھیرنے لگی سو جاؤ میری گڑیا۔

اس کے کہنے پر زیبو نے فوراً آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ ہری چند سے بات کیوں نہیں کرتے؟"

www.novelsclubb.com

عابدہ بولی۔

کس سے بات کروں؟"

ہر بندہ ہمیں جاننے سے انکاری ہے ہر کسی کے سر پر خون سوار ہے۔وہ ہمارے خون کے

پیاسے ہیں"

ولی محمد بولا۔

کل رات ایک قافلے کے ساتھ ہم بھی خاموشی سے نکل جائیں گے اب ہمارے جان و"

مال یہاں محفوظ نہیں"

www.novelsclubb.com

ولی محمد نے کہا

"کاش میرا کوئی بیٹا ہوتا جو میری بیٹیوں کو سرحد پار لے جاتا"

عابدہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

"کیسی باتیں کرتی ہوں؟ناشکری مت کرو اللہ کی۔بس تم اللہ سے دعا کرو "

ولی محمد نے کہا۔

رات بیت چکی تھی۔

دروازہ دھاڑ سے کھلا۔

"اے باہر نکلو سارے"

لڑکا چلایا۔

"یہ کیا طریقہ ہے راج؟ "

ولی محمد نے کہا۔

"اب چل او چل میرا حساب نکال سارے پیسے "

راج اس کا خاطہ اس کی طرف اچھالتے ہوئے بولا۔

راج سارے گاؤں کا حلوائی اور آنندنی کا بہن تھا۔ایک وقت تھا جب وہ ولی محمد کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا تھا مگر آج اسے حقیر سمجھ رہا تھا۔

زیبو اور جمیلہ پردے کی اوٹ سے تماشا دیکھ رہی تھیں۔

"ہم تمہاری رقم چکادیں گے۔ تم اتنی فکر کیوں کر رہے ہو؟"

ولی محمد نے کہا۔

اے جا جا مجھے کیا پتا تو کب یہاں سے نکل جائے۔ مجھے اپنی روم چاہیے۔ میں تمہیں شام "تک کی مہلت دیتا ہوں"

راج نے اسے غصے سے کہا۔

وہ گھر سے باہر نکلا۔ دروازے آپس میں زور سے ٹکرائے۔

ولی محمد کا دل کر رہا تھا وہ زمین پر بیٹھ کر زور زور سے روئے۔

یہ وہی لوگ تھے جو کبھی ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے مگر آج ان کی جان لینے کے درپے تھے۔

ولی محمد چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کمرے میں آیا اس کی تمام امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔

بچیوں کو بولو تیار رہیں ہم آج رات ایک قافلے کے ساتھ نکل جائیں گے۔اب تو گاؤں "کا ہر شخص ہم سے منہ موڑے ہوئے ہے"

"بجیا راج بھیا ایسے بات کیوں کر رہے تھے ابا سے وہ تو بہت اچھے ہیں؟ "

زیبو نے معصومیت سے پوچھا۔اسے لوگوں کے بدلتے رویے سمجھ نہیں آ رہے تھے۔

جمیلہ نے اپنے آنسو صاف کیے اور بولی

"بس گڑیا اب ہم اپنے ملک چلے جائیں گے وہاں کوئی ہم سے ایسے بات نہیں کرے گا "

رات کی تاریکی گہری ہوتے ہی ولی محمد سب کے ساتھ چپ کے سے گھر سے نکل گیا۔وہ لوگ تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے انہیں جلد قافلے سے جا ملنا تھا۔دیے گل کر دیے گئے تھے رات کا پچھلا پہر تھا سب خاموشی سے قدم اٹھا رہے تھے۔

اچانک شور اٹھا موت کا شور قافلہ پر حملہ ہو گیا تھا۔

تلواروں سے تو کوئی خنجر سے مار رہا تھا خون ہر طرف خون تھا۔

"عابدہ بچیوں کو لے کر چلی جاؤ یہاں سے"

ولی محمد نے کہا

"آپ؟"

"میرا انجام تم جانتی ہو تم بس بچیوں کی فکر کرو"

ولی محمد نے کہا۔

عابدہ نے زیبو کو گود میں اٹھایا اور جمیلہ کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگی۔

اچانک ایک اڑتا ہوا تیز دھار خنجر عابدہ کے پیٹھ پر لگا۔عابدہ زیبو سمیت لڑکھڑا کر گری۔ہر طرف چیخ و پکار تھی شور تھا سسکیاں تھیں آنسو تھے۔اور اس میں کہیں ظالموں کے قہقہے بھی شامل تھے۔عابدہ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی مگر ناکام رہی ایک ظالم کو اپنی طرف آتا دیکھ کر جمیلہ نے زیبو کو گود میں اٹھایا اور اندھا دھند دوڑنے لگی۔

" بجیا! اماں دیکھو وہ رو رہی ہیں"

مگر جمیلہ ہر چیز سے بے نیاز صرف دوڑ رہی تھی۔

"بجیا اماں کو درد ہو رہا ہے بجیا واپس چلو مجھے اماں کے پاس جانا ہے"

زیبو چلا رہی تھی۔

جمیلہ کچھ دیر کے لئے رکی اس نے زیبو کو نیچے اتارا اور زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

زیبو کا سر گھوم گیا وہ حیرانگی سے اپنی بہن کو دیکھ رہی تھی وہ بہن جس نے کبھی اونچی آواز میں اس سے بات نہیں کی تھی آج اس نے تھپڑ مار دیا۔

زیبو اب اگر تمہارے حلق سے آواز نکلی تو میں تمہارا گلا دبا دوں گی اور خود زہر کھالوں "گی اماں ابا جا چکے ہیں صرف تم ہی بہانہ ہو میرے پاس زندہ رہنے کا مجھ پر رحم کرو زیبو"

جمیلہ گھٹنے کے بل بیٹھ کر رو رہی تھی۔

اتنے میں اسے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی وہ زیبو کو لے کر درختوں کی اوٹ میں چھپ گئی۔اندھیرے کے باعث وہ انہیں نہیں دیکھ پائے اور چلے گئے۔

"بجیا اب ہم کدھر جائیں گے؟"

زیبو نے ڈرتے ہوئے سوال کیا۔

جمیلہ نے کوئی جواب دیے بغیر اسے گود میں اٹھایا اور پھر سے چلنے لگی اچانک ان کے سامنے ایک ہندو آیا وہ حوص بھری نظروں سے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا۔

وہ اگے بڑھا جمیلہ نے پھرتی سے اس کے ہاتھ سے خنجر چھینا اور پوری طاقت سے اس کے سینے میں کھونپ دیا۔وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا جمیلہ نے مسلسل دو تین وار اس پر کیے جب تک وہ مکمل طور پر ٹھنڈا نہیں ہو گیا۔جمیلہ نے اٹھ کر ایک زوردار لات اسے ماری اور اس کی تلوار نکال کر اپنے پاس رکھ لی۔

صبح کی سفیدی آسمان میں ظاہر ہونے لگی تھی۔

"بجیا پیاس لگی ہے پانی پی لوں تھوڑا سا؟"

اور جمیلہ کا جواب سنے بغیر وہ تالاب کی طرف دوڑی۔

نہیں! پیچھے سے ایک آدمی کی آواز آئی۔

جمیلہ نے مڑ کر دیکھا ایک نوجوان کھڑا تھا۔

"یہ پانی زہریلا ہے ہندؤں نے تمام پانی میں زہر ملا دیا ہے"

وہ آدمی بولا۔

دیکھو کون ہو تم؟ خیر کوئی بھی ہو، مجھے فرق نہیں پڑتا تمہاری فکر مت کرو اور اگر کچھ غلط "

"ذہن میں ہے تو نکال دو ورنہ میں تمہارا سر دھڑ سے الگ کر دوں گی

جمیلہ کا ہاتھ تلوار پر تھا وہ ڈری ہوئی تھی مگر ظاہر نہیں کر رہی تھی۔

اتنے میں ایک بزرگ منظر عام پر آئے۔

"علی کیا کر رہے ہو؟ قافلہ نکلنے والا ہے"

وہ آتے ہی نوجوان سے مخاطب ہوئے۔

"ابا شاید یہ بہنیں بھی مہاجر ہیں یہ بھی ساتھ شامل ہوں گی"

علی جمیلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا جب کہ زیبو اس کے پیچھے چھپی کھڑی تھی۔

"آؤ میری بیٹی لگتا ہے تم لوگ بھی اپنے گھر والوں کو کھو چکی آؤ مجھے اپنا ہی سمجھو"

بزرگ نے شفقت سے کہا۔

اس پر جمیلہ کا خوف دور ہوا اور وہ زیبو کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلی گئی۔

اس قافلے کا حال بھی خراب تھا۔لوگ تھکے ہارے ماندے پڑے تھے۔کچھ زخمی تھے کچھ اپنوں کے کھو جانے کے غم میں تھے۔

ہر طرف ایک مایوسی کی فضا تھی۔

اس ناامیدی کو بھانپتے ہوئے بزرگ نے سب کا حوصلہ بڑھایا۔

قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔

"بجیا پیاس لگی ہے"

زیبو نے کہا

" برداشت کرو"

جواب ملا۔

"بجیا آج عید ہے نہ؟"

کچھ یاد آنے پر زیبو تھوڑے سے جوش سے بولی۔

"ہاں"

مریل سا جواب آیا۔

بجیا ہم ہر سال عید پر مہندی لگاتے تھے اماں سویاں بناتی تھی اور ابا عیدی بھی دیتے" تھے۔

بجیا ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کیا وہاں اماں ابا ہوں گے؟ کیا وہ ہم سے پہلے پاکستان پہنچ گئے ہیں؟"

www.novelsclubb.com

زیبو کے سوال تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"چپ کر جا زیبو"

جمیلہ نے اسے جھڑک دیا وہ اسے کیا جواب دیتی کیا بتاتی کچھ بچا ہی نہیں تھا بتانے کو۔

وہ خاموش ہو گئی وہ پہلے ہی جمیلہ کے رویے سے سہم گئی تھی۔

قافلہ ریلوے اسٹیشن پہنچ چکا تھا۔ٹرین میں کئی لاشیں باہر کو لٹک رہی تھیں۔خون کی بو فضا میں پھیلی تھی۔ریلوے اسٹیشن قربان گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

یہ کس طرح کی عید تھی ہاتھوں پہ مہندی کی بجائے اپنوں کا خون تھا۔نئے کپڑوں کی بجائے بوسیدہ حال کپڑوں میں تھے۔رشتے داروں کی ہاں جانے کی بجائے سب اپنے نئے ملک کی جانب رواں دواں تھے۔مزے کے پکوان دور کی بات پینے کو دو گھونٹ پانی نہیں مل رہا تھا یہ عید تھی یا خون کی ہولی۔

جمیلہ کے ذہن میں طرح طرح کی باتیں آ رہی تھیں۔

چند لوگوں پہ مشتمل قافلہ ہمت ہار رہا تھا اور بزرگ بار بار ان کو حوصلہ دے رہے تھے۔

ٹرین روانہ ہو چکی تھی۔ابھی ٹرین چلے کو کچھ ہی دیر ہوئی تھی اچانک ٹرین کی رفتار کم ہونے لگی۔ علی نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنے باپ، زیبو اور جمیلہ کو سامان والی بوگی میں چھپادیا۔

انہیں چیخ وپکار کی آواز سنائی دے رہی تھی۔وہ لوگ وہاں خاموشی سے بے حس ہو کر بیٹھے رہے۔ٹرین کافی دیر بعد پھر سے چلی تھی۔ بزرگ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا یہ بیٹا بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو چکا ہے۔ساری رات سفر کے بعد ٹرین پاکستان کی حدود میں داخل ہوئی۔ٹرین کی رفتار کم ہونے لگی۔

"لگتا ہے کہ ہم پہنچ گئے "

بزرگ نے آہستگی سے کہا۔

ٹرین کی رفتا کم ہوتے ہوتے آخر وہ رک گئی۔اسٹیشن پہ موجود کئی لوگ ٹرین کی طرف دوڑے۔

"میں دیکھ کر آتا ہوں "

بزرگ نے کہا اور اٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آئے اور خوشی سے بولے

"مبارک ہو بیٹیوں ہم اپنے پاکستان میں پہنچ چکے ہیں "

زیبو بھوک پیاس کی ماری نڈھال ہو چکی تھی جمیلہ کا بھی کچھ یہی حال تھا مگر وہ ہمت کر کے اٹھی اس نے زیبو کو گود میں اٹھایا اور وہ لوگ ٹرین سے باہر آئے۔

بزرگ وہیں سجدہ ریز ہو گئے۔

"یا اللہ تیرا شکر تو نے ہمیں کامیاب کیا"

ان کے لب سے الفاظ جاری ہوئے۔

جمیلہ کی آنکھوں میں آنسو تھے وطن کی خوشی کے اور اپنوں کو کھو دینے کے دکھ میں۔ وہ لوگ میدان جنگ میں بچ جانے والے سپاہیوں میں سے تھے۔

www.novelsclubb.com

اسٹیشن پر لگا نلکا دیکھ کر زیبو دیوانہ وار اس کی جانب دوڑی اور پانی پینے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ اسٹیشن سے باہر آ گئے تھے۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟ "

جمیلہ نے سوال کیا۔

"میرا ایک دوست ہے لاہور میں اسی کی ہاں جائیں گے "

جواب ملا۔

وہ لوگ پیدل ہی چل رہے تھے۔

"آپ کو راستہ پتا ہے؟"

جمیلہ نے شکی انداز میں پوچھا۔

اس پر بزرگ مسکرائے اور بولے

"ارے بیٹی تم سمجھ رہی ہو شاید بڈھا سٹھیا گیا ہے میں بہت بار ہوشیار پور سے لاہور آ چکا ہوں۔ میں مسلم لیگ کا بڑا جیالہ ہوں اور کئی بار یہاں جلسوں وغیرہ میں آتا رہا ہوں۔ مجھے لاہور کے کونے کونے کا پتا ہے"

"آپ نے بھی اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو کھو دیا ہے؟"

جمیلہ نے پھر سے سوال کیا۔

"تین بیٹے تھے وہ چاروں اللہ کی امانت تھے لوٹا دی اس کی امانت اور اللہ جنت نصیب کرے ان کی والدہ کو وہ تو پہلے ہی اپنی راہ کو چل دی تھیں ویسے اچھا ہوا ورنہ آج اپنے بیٹوں کی حالت دیکھ کر جیتے جی مر جاتی"

وہ بظاہر تو مسکرا رہے تھے مگر دل میں ڈھیروں تکلیف چھپائے بیٹھے تھے۔

"آپ کو دکھ تو بہت ہوتا ہو گا اس عمر میں اپنے جوان بیٹے کھو دیے آپ نے؟"

جمیلہ نے کہا۔

ہاں مگر کسی نے کہا ہے کہ اللہ بہتر لیتا ہے تو بہترین لوٹا دیتا ہے۔ اللہ نے بیٹے لیے تو دو "پیاری سی بیٹیوں سے نواز دیا"

وہ مسکرا کر بولے۔

اب وہ لوگ لاہور کے کسی محلے میں داخل ہو چکے تھے۔ تنگ گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک گھر کے سامنے آ کر رکے۔ دروازے پر دستک دی۔

کچھ دیر بعد ایک آدمی آیا۔ بزرگ کو دیکھتے ہی خوشی سے بولا

"!ارے شیر محمد"

اور زور سے ان کے گلے لگ گیا۔

آؤ اندر آؤ۔ دونوں گھر کے اندر آئے۔

جمیلہ بھی پیچھے گھر کے اندر داخل ہو گئی۔

غلام علی انہیں بٹھا کر کھانے کا انتظام کرنے چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

کچھ دیر بعد وہ کھانا لے کر لوٹا اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔

وہ لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تھے۔

"اور بتاؤ پھر کیا گزری ہجرت کے دوران؟"

"کیا بتاؤں بس غلام علی مختصر یہ کہ اللہ نے بیٹے لے لیے اور بیٹیوں سے نواز دیا"

کچھ دن بعد شیر محمد جمیلہ اور زیبو کے ساتھ غلام علی کے گھر کے قریب خالی پڑے ایک گھر میں رہائش پذیر ہو گئے۔ کھانا انہیں غلام علی کے گھر سے آتا تھا اور باقی ضروری سامان بھی اسی نے مہیا کیا تھا۔

زیبو سارا دن خاموش کونے میں بیٹھی رہتی جمیلہ اور شیر محمد اس سے باتیں کرتے مگر وہ ہر بات کا مختصر جواب دے کر خاموش ہو جاتی۔

" ایسا کب تک چلے گا؟ تمہاری آمدنی بھی کچھ زیادہ نہیں ہے تم میرے کام کے لئے کوئی کوشش کرو۔ میں مزدوری بھی کرلوں گا بس کام مل جائے"

غلام علی جب کھانا لایا تو شیر محمد نے اپنی ضرورت بیان کی۔

"ارے بھائی تم کیسی غیروں والی باتیں کرتے ہو اور اب کیا تم اس عمر میں مزدوری کرو گے ؟ میں نے اپنے دفتر میں بات کی ہے بس ذرا حالات بہتر ہو جائیں تو ہو جائے گا انتظام تم فکر کیوں مرتے ہو"

غلام علی بولا۔

"اور ہاں زیبو کو بھی اسکول داخل کروانا ہے۔ جب سے پاکستان آئے ہیں اسے تو چپ لگ گئی ہے مجھے اس کی خاموشی میں چھپی وحشت سے ڈر لگتا ہے اسکول جائے گی ذہن بدلے گا اس طرح گھر بیٹھے بیٹھے تو اس کا ذہن خراب ہو جائے گا"

شیر محمد نے کہا۔

"ارے وہ اپنی ننھی کے ساتھ کل سے ہی اسکول بھیج دیں گے یہ کونسا مشکل کام ہے جو تم اتنا پریشان ہو"

غلام علی نے فوراً حل پیش کیا۔ جمیلہ جو کھانے کے برتن خالی کر کے لائی تھی ساری گفتگو سن چکی تھی۔

تھوڑی دیر اور بیٹھنے کے بعد غلام علی چلا گیا۔

وہ تینوں نفوس چٹائی پر کھانے کے لئے بیٹھے تھے۔ زیبو خاموش سے کھانے کو تک رہی تھی۔

"ارے میری بیٹی کھا کیوں نہیں رہی۔ چلو جلدی سے شروع کرو شاباش"

شیر محمد نے شفقت سے کہا اور پلیٹ میں کھانا ڈال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"بابا میں نے دس جماعتیں پڑھی ہیں"

جمیلہ بولی۔

شیر محمد نے اسے دیکھا وہ اس کی بات کا مقصد سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں نوکری کرنا چاہتی ہوں"

جمیلہ نے جملہ پورا کیا۔

شیر محمد کو لقمہ اپنے گلے میں پھنستا ہوا محسوس ہوا۔

بیٹی میں کوشش کر رہا ہوں جلد کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا ان شاءاللہ تم فکر مند نہ "
ہو"

میں جانتی ہوں آپ کر لیں گے مگر آپ نے مجھے اپنی بیٹی بنایا ہے تو آپ کی خدمت میرا "
فرض ہے"

جمیلہ نے کہا۔

" ... مگر بیٹی حالات"

شیر محمد نے بات ادھوری چھوڑی۔

"کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں؟"

"جمیلہ نے کہا۔

www.novelsclubb.com

ارے بیٹی ایسا کچھ نہیں ہے مگر اس نے کچھ کہنا چاہا مگر......"جمیلہ کی پر امید نظریں دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اس کا بھی"

شیر محمد نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

جمیلہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی جو پاکستان آنے کے بعد پہلی بار اس کے چہرے کی زینت بنی تھی۔

جمیلہ نے ایک دفتر میں کام شروع کر دیا تھا اسی دفتر میں ایک چھوٹی نوکری شیر محمد بھی کرنے لگا تھا۔زیبو بھی اسکول جانے لگ گئی تھی۔

جمیلہ کھانا بنانے میں مصروف تھی کہ اسے سسکیوں کی آواز آئی۔اس نے کمرے میں جھانکا زیبو کونے میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"ارے میری گڑیا کو کیا ہوا؟ "

جمیلہ نے اسے پیار سے اپنے ساتھ لگایا۔

آپا آپ تو کہتی تھیں کہ یہاں سب اچھے ہوں گے کوئی بری طرح مجھ سے بات نہیں "

"کرے گا۔مجھے یہاں نہیں رہنا واپس جانا ہے مجھے اماں ابا کے پاس جانا ہے

زیبو نے روتے ہوئے کہا۔

اتنے میں شیر محمد اندر داخل ہوا۔

"کیا ہوا بیٹی؟"

اس نے پیار سے پوچھا۔

تم تو بہت خوش تھی اسکول جا کر اور بتا رہی تھی کہ سہیلیاں بھی بنا لیں ہے تو اب کیا "

"ہوا؟

جمیلہ نے سوال کیا۔

میری ایک کلاس کی لڑکی نے میرے پرانے کپڑوں کا مذاق اُڑایا اب میں اسکول نہیں جاؤں گی"

زیبو نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے تو یہ بات ہو گئی۔ جیسے ہی مجھے اس مہینے کے پیسے ملیں گے میں اپنی گڑیا کے لئے نئے کپڑے لاؤں گا اور اسکول تو جانا پڑے گا تم خود ہی تو کہتی ہو کہ بڑی ہو کر فاطمہ جناح جیسی بنو گی تو اس کے لئے ان کی طرح پڑھنا بھی تو لڑے گا نا۔ چلو میری بیٹی اب رونا بند کرے"

شیر محمد نے پیار سے کہا تو زیبو راضی ہو گئی۔

وقت کا پنچھی پر لگا کر تیزی سے اڑ رہا تھا۔ پاکستان بنے سات سال ہو گئے تھے۔ حالات کافی بہتر ہو چکے تھے۔

جمیلہ دفتر سے واپس آئی تو صحن میں پڑے پلنگ پر ڈھیر ہو گئی۔

"زیبو پانی پلانا "

اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

شیر محمد اندر داخل ہوا جمیلہ کی حالت دیکھ کر بولا

"اسی لیے کہتا ہوں اب بس چھوڑ دو بہت کما لیا تم نے میں جو کما رہا ہوں وہ کافی ہے

ہمارے لیے۔ تمہارے کندھوں پر اب یہ بوجھ مزید نہیں ڈال سکتا"

"تو بابا یہی بات ے وہ میں کہتی ہوں کہ اب کہاں آپ کی عمر کمائی کرنے کی اب آپ گھر

پر آرام کیا کرے میں جو کماتی یوں وہ ہمارے لیے کافی ہے"

جمیلہ نے مسکرا کر کہا۔

"تم کہاں باز آؤ گی تمہارا صرف ایک ہی حل ہے اب میں تمہیں اپنے گھر کا کر دوں گا۔

میں نے بیٹی بنایا تھا میں نے سوچا تھا میں تمہیں پالوں گا مگر تم نے بیٹا بن کر مجھے پالا اگر میری اپنی

بیٹی بھی ہوتی تو شاید میرا اتنا خیال نہ کرتی"

شیر محمد نے کہا۔

میں جمیلہ کی اب شادی کر دینا چاہتا ہوں کچھ پیسے بھی رکھے ہیں جہیز اور دوسری"

"ضرورتوں کے لئے۔بس اب کوئی مناسب لڑکا مل جائے

شیر محمد نے غلام علی سے بات کی۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہے اب عمر ہو گئی ہے جمیلہ کی شادی کی "

غلام علی ابھی بات کر ہی رہا تھا کہ زیبو دوڑتی ہوئی آئی۔

"بابا! بابا! بجیا کے منہ سے خون نکل تہا ہے جلدی دیکھیں انہیں "

یہ سنتے ہی شیر محمد کے ہیروں تلے زمین نکل گئی اور وہ گھر کی طرف دوڑا۔

جمیلہ نڈھال سی پلنگ پر پڑی تھی۔

"بیٹی کیا ہوا؟زیبو بتا رہی تھی کہ "

"کچھ نہیں بابا بس ایسے ہی متلی ہو گئی زیبو تو ایسے ہی پریشان ہو جاتی ہے "

جمیلہ اپنی نقاہت چھپاتے ہوئے بولی۔

نہیں نہیں میں پچھلے کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں تمہاری طبیعت ایسے ہی ہے میں کوئی "

"تانگا دیکھتا ہوں اور ہم ہسپتال چلتے ہیں تم برقعہ لے لو

جمیلہ نے کچھ بولنا چاہا مگر شیر محمد نے اسے چپ کرا دیا۔

کچھ دیر میں وہ لوگ ہسپتال موجود تھے۔

"ڈاکٹر صاحب کوئی دوائی وغیرہ"

شیر محمد نے سوال کیا۔

آپ اپنی بیٹی کو چڑے ہسپتال لے جائیں وہاں ان کے مرض کی تشخیص ہو گی تو ہی دوا"

"دی جائے گی ہم ایسے دوا نہیں دے سکتے ڈاکٹر نے کہا

"کیا کوئی زیادہ بڑا مسئلہ ہے؟"

شیر محمد نے پریشانی سے پوچھا۔

"ابھی تو کچھ نہیں کہہ سکتے بس آپ دعا کریں کہ میرا شک جھوٹ نکلے ورنہ جو بیماری
مجھے محسوس ہوئی ہے ان میں اس کا علاج پاکستان میں ممکن نہیں"

ڈاکٹر کے الفاظ سن کر شیر محمد کو لگا گویا سیسہ اس کے کانوں میں انڈھیل دیا گیا ہے۔

وہ لوگ سرکاری ہسپتال میں بیٹھے باری کے انتظار میں تھے۔ شیر محمد نے لب پر مسلسل
درود شریف تھا۔

کچھ دیر بعد ان کی باری آئی۔

اب وہ رپورٹس کا انتظار کر رہے تھے۔

شیر محمد کون ہے؟

نرس نے آ کر پوچھا۔

شیر محمد اٹھ کر ڈاکٹر کے پاس آیا۔

www.novelsclubb.com

دیکھئے مجھے بہت افسوس ہے مگر جو بیماری آپ کی بیٹی کو ہے اس کا علاج پاکستان میں " ممکن نہیں۔ہم درد میں کمی کی دوا دے سکتے ہیں مگر علاج نہیں کر سکتے اور آپ کی بیٹی بیماری کے آخری مراحل پر ہے اسے خون کا کینسر ہے"

ڈاکٹر نے اپنی بات مکمل کی۔

شیر محمد کی آنکھوں میں نمی آئی۔وہ اٹھا اور کمرے سے باہر آگیا۔

"آؤ بیٹی چلیں"

جمیلہ کو اندازہ ہو چکا تھا اپنی بیماری کا اور شیر محمد کے تاثرات نے باقی سوالوں کے جواب بھی دے دیے تو وہ کچھ کہنے کی بجائے خاموشی سے چل پڑی۔

جمیلہ کی حالت دن بہ دن بگڑتی گئی۔

"بابا کیا بجیا کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی؟"

جمیلہ کو چارپائی پر نڈھال پڑا دیکھ کر زیبو نے آہستگی سے سوال کیا۔

"بیٹا ہم اللہ کے فیصلوں کے آگے بے بس ہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے"

زیبو کو سوال جواب مل گیا تھا۔

شیر محمد نے اپنے چار بیٹے کھوئے تھے مگر اس کے لبوں پہ نہ کوئی شکوہ اور نہ آنکھوں میں نمی مگر جمیلہ کی بیماری نے اسے توڑ دیا تھا۔ اس کے کندھے بہت کمزور تھے اس کا جنازہ اٹھانے کے لئے۔

ڈائری پر کہانی یہی ختم ہو گئی تھی۔ شاید اس کے آگے لکھنے کی ہمت نہیں کر پائی تھی۔

آئمہ کی آنکھوں میں آنسو تھے اسے آج سمجھ آیا تھا کہ کیوں اس کی دادی نے اپنا تمام زیور بیچ کر پیسے کینسر ہسپتال کو دے دیے تھے۔

زیبو نے تو بس یہیں تک لکھا تھا آگے کی کہانی میں سناتی ہوں۔

زبیدہ بیگم یعنی زیبو اس نے واقعی اپنا خواب پورا کیا وہ پڑھ کر فاطمہ جناح کی طرح ڈینٹسٹ بنی۔ پھر اس کی شادی غلام علی کے پوتے عبداللہ سے ہوئی اور اللہ نے ان کو بیٹے اجمل سے نوازہ۔ زیبو کے دل میں ہمیشہ یہ بات کھٹکتی رہی کہ ہمیں جس پاکستان کا خواب دکھایا گیا تھا یہ وہ تو نہیں۔ یہ تو کالی بھیڑوں کا پاکستان بن چکا تھا۔ اسلام کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے پاکستان بنایا تھا مگر اسلام نظام تو کبھی نہیں آ سکا ملک میں۔

ہماری یوتھ کبھی اس ملک کی اور بزرگوں کی قربانیوں کی قدر و قیمت نہیں جان سکتی۔ جب ہمارے بزرگ جانیں قربان کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں بول سکتے جھوٹ کے خلاف ہم کیوں نہیں کھڑے ہوتے غلط لوگوں کے خلاف۔ ہم اپنے ہی ملک میں غلاموں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ لا الہ الا اللہ کے نام پر آزاد ہونے والے ملک میں آکر کوئی بھی اسکام کے خلاف فیصلہ سنا دیتا ہے مگر عوام سوئی رہتی ہے۔ لوگوں کے سامنے قتل عام ہوتے ہیں سب لب سیے خاموشی سے تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ ہر انسان خاموشی سے ظلم برداشت کر رہا ہے مگر کوئی اس

کے خلاف کیوں نہیں اٹھتا۔ کیا اس لیے آزاد ہوا ملک کیا اسی لیے اتنی قربانیاں دی گئیں۔ یہ کالی بھڑیں ملک کو اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے ملک کا خون تک چوس گئے مگر کوئی نہیں بولا اور جو بنے کی کوشش کرتا ہے اسے غدارِ وطن کہا جاتا۔ اگر ابھی آپ ہی آنکھوں سے اندھیرے کی پٹی نہیں سترہی اور آپ کو لگتا ہے کہ آپ ایک پر امن اسلامی جمہوری ریاست میں رہ رہے ہیں تو آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ کو سیدھی راہ صرف اللہ دکھا سکتا۔

آنکھیں کھولیں اور ان ناسوروں کو پہچانیں جو ملک کھا گئے ہیں اس ملک کو تباہ کر دیا اور خود ملک سے باہر پراپرٹیز بنا رکھی ہیں۔ وہ آپ کی خون پسینے کی کمائی سے اپنے محل کھڑے کر رہے ہیں۔ آنکھیں کھولیں اور پہچانیں خود کو اپنے ملک کو اپنی آزادی کو اپنی قربانیوں کو اور کھڑے ہو جائیں اور ڈٹ جائیں باطل کے خلاف۔ اللہ ہمارے ملک کو اپنی حفظ و امان میں رکھے

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: